اسلام اور دعوتِ انقلاب

مولانا حفظ الرحمٰن صاحب سیوہاروی

"اسلام، افرادِ انسانی کے لیے اخوت، صلح و آشتی، اور امنِ عالم کا انقلابی و روحانی عالمگیر پیغام ہے"

قل یااھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا وبینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئاً ولا یتخذ بعضنا بعضاً ارباباً من دون اللہ (آل عمران)

آپ کہہ دیجیے اے اہل کتاب تم سب اُس کلمہ پر جمع ہو جاؤ جو تمہارے اور ہمارے سب کے لیے یکساں ہے وہ یہ کہ خدا کے سوا کسی کی پرستش نہ کریں اور نہ کسی کو اُس کا شریک ٹھہرائیں اور ہم میں سے بعض بعض کو اللہ کے ماسوا رب نہ بنائیں۔

واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً ولا تفرقوا واذکروا نعمت اللہ علیکم اذ کنتم اعداءً فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہ اخواناً۔ (آل عمران)

اور اللہ کی رسّی کو مضبوط پکڑے رہو اور ٹکڑے ٹکڑے نہ ہو اور اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو کہ جب تم سب ایک دوسرے کے دشمن تھے پھر اللہ نے تمہارے دلوں کو جوڑ دیا پس تم اُس کے انعام کی بدولت بھائی بھائی ہو گئے

وہ دنیا کی مذہبی روایات، معاشرت، سیاست، ہر شعبہ میں انقلاب کا خواہشمند ہے اس لیے انقلابی ہے، وہ انسانی زندگی کے ان تمام شعبوں میں جد و جہد کی بنیاد، اور اساس، خدائے برتر کی رضا و خوشنودی کے حصول اور مالکِ حقیقی کی ربوبیت و مالکیت علی الاطلاق کے اعتراف پر رکھتا ہے اور اُس کے لیے مخصوص

عقیدہ (آیڈیا) بتلاتا ہے۔ اس لیے روحانی ہے اور وہ اپنے نظریوں کی صداقت، اور اُن کے عملی تجربوں کی حمایت کے لیے تمام عالم کو اپنی دعوت حق میں سمیٹنا چاہتا ہے اس لیے "عالمگیر پیغام" ہے

تبارك الذی نزل الفرقان علی عبدہ لیکون للعلمین نذیرا۔ (الفرقان)

برتر ہے خدا کی وہ ذات جس نے حق و باطل میں امتیاز دینے والی کتاب اپنے بندہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر اس لیے نازل کی کہ وہ تمام عالم کے لیے پیغامبر ہو

وما انزلنا علیك الکتاب الا لتبین لھم الذی اختلفوا فیہ وھدی ورحمۃ لقوم یؤمنون۔ (النحل)

اور ہم نے تجھ پر یہ کتاب محض اس لیے نازل کی ہے کہ تو اُن سے وہ باتیں بیان کرے جن میں وہ اختلاف کر رہے ہیں اور یہ کتاب ایماندار لوگوں کے لیے ہدایت و رحمت ہے۔

خدا کی مخلوق مختلف قوموں میں تقسیم ہے، قوموں کے مختلف امتیازات ہیں، ملکوں کے مختلف خصوصیات ہیں، اس لیے عالمگیر انقلاب کے داعی کو متضاد حالات، متناقض امتیازات خصوصیات اور متنوع کیفیات سے دوچار ہونا ناگزیر ہے اور ہمہ گیر انقلابی پروگرام میں ان تمام امور کا لحاظ عین فطرت (نیچرل) ہے۔

"اسلام" اپنا ایک نصب العین (کریڈ) بیان کرتا، اور اُس کے مطابق اپنا نظام عمل (پروگرام) پیش کرتا ہے، اور نصب العین و نظام عمل دونوں کی جانب دلائل (ریزنس) کی روشنی میں تمام عالم کو دعوت دیتا اور ایک جھنڈے کے نیچے جمع کرنا چاہتا ہے"

یایھا الناس قد جاءکم برھان من ربکم وانزلنا الیکم نورا مبینا۔ (النساء)

لوگو! بلاشبہ تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی جانب سے دلیل آچکی ہے اور ہم نے تمہاری طرف صاف اور کھلا ہوا نور اُتار دیا ہے۔

اُس کا نشانِ امتیازی (Islamic emblem) "ان الحکم اِلّا لِلّٰہ" ہے۔ یعنی "حکم" کا حق صرف خدا کی ذات کو حاصل ہے، مخلوق خدا میں سے مخلوق کا خدمتگذار بن کر خدا کے حکم کو نافذ کرنے اور "خلیفۃ اللہ" کہلانے کا حق تو انسان کو مل سکتا ہے اور ملا ہے، لیکن حاکم و آقا بن کر "حکم" کرنے کا حق کسی کو حاصل نہیں ہے۔

اس لئے اُس نے اپنی دعوتِ انقلاب کی تعمیر کو دو ستونوں پر قائم کیا ایک تبلیغ (Preach) اور دوسرا جہاد (Holy war) وہ اپنی تبلیغ کے لیے مادی طاقت اور تلوار کو ناجائز قرار دیتا، اور حسب ذیل پروگرام پر اُس کو قائم کرتا ہے۔

لا اکراہ فی الدین قد تبین الرشد من الغی (البقرہ)	دین کے بارہ میں کوئی جبر اور زبردستی نہیں، بلاشبہ گمراہی سے ہدایت الگ صاف اور روشن ہو چکی۔
ادع الی سبیل ربک بالحکمۃ و الموعظۃ الحسنۃ وجادلھم بالتی ھی احسن۔ (النحل)	اپنے پروردگار کی راہ کی جانب بلاؤ حکمت اور دانائی، اور عمدہ پند و نصائح کے ساتھ اور بحث و مناظرہ نہایت عمدہ اور بہترین طریقوں پر کرو۔
وان احد من المشرکین استجارک فاجرہ حتی یسمع کلام اللہ ثم ابلغہ مامنہ ذلک بانھم قوم لا یعلمون (براءۃ)	اور اگر مشرکین میں سے کوئی شخص "اسلام کے فوائد و برکات کی جانب راغب ہو کر تلاش حق کے لیے" آپ سے پناہ چاہے "تاکہ قریب سے اسلام کو جانچے" تو آپ اُس کو پناہ دیجیے تاکہ وہ اللہ کے کلام کو سُنے اور اُس کو سوچنے کا موقع ملے "پھر اُس کو امن کے ساتھ اُس کے مقام تک پہنچا دیجیے یہ اس لیے کہ (کفار) ایسی قوم ہیں جو حقیقتِ اسلام سے آشنا نہیں۔

[1] حکم، خدا کے سوا کسی کا حق نہیں ہے۔

اور اپنی جماعتی طاقت کو دشمنوں سے محفوظ رکھنے اور مقدس دعوت انقلاب کو عام کرنے نیز حائل شدہ مفسدانہ رکاوٹوں کو صاف کرنے کے لیے "جہاد" کو ضروری اور دائمی قرار دیتا ہے اور اُس کے لیے دفاع (Defence) اور ہجوم (Violation) کا کوئی فرق نہیں کرتا۔

وقاتلوھم حتی لا تکون	اور دشمنوں سے جنگ کرتے رہو یہاں تک کہ فتنہ و
فتنۃ ویکون الدین للہ فان	فساد باقی نہ رہے اور دین اللہ کے لیے ہو جائے
انتھوا فلا عدوان الا علی	پھر اگر وہ لڑائی سے باز رہیں تو زیادتی سوائے ظالموں
الظلمین۔	کے کسی پر نہیں چاہیے۔

پس ایسے عام انقلاب کا داعی اپنے پروگرام کی کامیابی کے لیے نہ عدم تشدد کو کریڈ مان سکتا ہے اور نہ تشدد کو۔ اور اُس کا نصب العین نہ معاہدہ (پیکٹ) قرار پا سکتا ہے اور نہ عدم معاہدہ۔ اور اُس کا مقصد عظمیٰ نہ جنگ (پیکار) ہو سکتا ہے اور نہ عارضی صلح وغیرہ۔

کیونکہ اُس کا پیغام "حق کا پیغام ہے" اور اُس کا نظام عمل "صداقت کا نظام" اور یہ تمام امور ان ہر دو صداقتوں کی کامیابی کے لیے زمانۂ انقلاب کے آلات و اسلحہ ہیں نہ کہ مقاصد اور نصب العین۔

اس کی دعوتِ انقلاب کا مکی دہ سالہ پروگرام جو حصول مقصد اور کامیابیِ نصب العین کے لیے بنیاد و اساس ثابت ہوا، اور جس نے دشمنوں کے ذہنی افکار، مذہبی معتقدات، سیاسی خیالات، اور معاشرتی توہمات میں انقلاب عظیم پیدا کر دیا، قرآن عزیز کے نظام عمل کے مطابق یہ تھا۔

فاصبر کما صبر اولوا العزم	پس تو صبر کر جس طرح اولوا العزم پیغمبر صبر کرتے رہے
من الرسل ولا تستعجل	ہیں اور اُن مشرکین کے بارہ میں جلدی کا خواہشمند
لھم . (احقاف)	نہ ہو۔
ولقد کذبت رسل من قبلك	اور بیشک تجھ سے پہلے بھی رسول جھٹلائے گئے ہیں،

فصبروا علیٰ ما کذبوا	تو انہوں نے اپنے جھٹلائے جانے اور ستائے جانے
واوذوا حتّٰی اتٰھم	پر صبر کیا، یہاں تک کہ ان کے پاس ہماری امداد
نصرنا۔	آن پہنچی۔

گالیاں، مذاق و تمسخر، جنون و سحر اور کہانت کی تہمتیں، طعنہ ہائے دلخراش، زدوکوب، غرض ہر قسم کی ایذاؤں کے باوجود حکم یہی رہا کہ صبر کرو اور زندگی کے دوسرے پہلو کے منتظر رہو۔ گویا دشمن کی ظالمانہ طاقت کی مقاومت ترکی بہ ترکی نہ کرو، بلکہ صبر آزما طاقت کے ذریعہ کرو اس لیے کہ اس مقدس زندگی کے لیے یہی بہتر اور کامیابی کی راہ ہے۔

اس پروگرام کا ایک نمایاں پہلو یہ ہے کہ مقصد کی کامیابی اور پروگرام کی کامرانی کے حصول کی خاطر انقلاب کے "رہنمائے اعظم" صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلانِ انقلاب "دعوتِ بعثت" کے بعد ایک عرصہ تک خواجہ ابوطالب اور بنی ہاشم و بنی عبدالمطلب کی غیر اسلامی زندگی کے باوجود ان کی استعانت کو ضروری سمجھا، اور ان کے اقتدار کی حمایت لے کر دوسرے مشرکین مکہ کی جابرانہ پالیسی کا صبر آزما طریقہ پر مقابلہ کیا۔ ابوطالب کی حمایت اور مقاطعہ کے زمانہ میں بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب کی شرکت اور بقیہ مشرکین سے جدائی اس دعوے کی روشن دلیل ہے کیونکہ وحی الٰہی سے مستفیض، دنیوی ہوا و ہوس سے معصوم ثقلین کے ہادی، اسلامی انقلاب کے داعی، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسباب ظاہری کے پیشِ نظر یہ یقین رکھتے تھے کہ مقصد بلند ہے مگر حالات نامساعد، نظامِ عمل بے نظیر ہے مگر عاملین کی تعداد مخالفین کے مقابلہ میں کم ہے اور کمزور، لہٰذا تقاضائے مصلحت یہی ہے کہ مقصد و نظامِ عمل (کریڈ و پروگرام) دونوں میں اختلاف کے باوجود مشرکین کی زبردست مخالف جماعت کے مقابلہ میں دوسری جماعت کی حمایت سے فائدہ اٹھایا جائے یقیناً اس وقت بھی اس ذاتِ اقدس نے مقصد اور اعلان حق کو ایک لمحہ کے لیے بھی ٹھیس نہ لگنے دی جیسا کہ خواجہ ابوطالب اور داعی اسلام کے درمیان اس گفتگو سے بخوبی ظاہر ہے جو سردارانِ قریش کے اس وفد کے

متعلق ہوئی جس نے ابو طالب سے داعیِ حق کے اعلانِ حق کے بارہ میں جوش وخروش کی شکایت کی تھی اور آپ نے ابو طالب کو جواب دیا تھا: "بخدا، اگر میرے داہنے ہاتھ پر سورج اور بائیں پر چاند رکھ دیا جائے اور کہا جائے کہ میں اس دعوت وپیغام کو ترک کر دوں تو یہ مجھ سے نہ ہوگا۔ اور میں ہرگز ہرگز اس کو نہ چھوڑونگا" مگر اسی کے ساتھ ساتھ وقتی حالات کو سامنے رکھا اور جو کل کرنا تھا وہ آج نہیں کیا، بلکہ اُس کو آج ظاہر بھی نہیں فرمایا۔

یہاں نہ معاہدہ کا سوال اُٹھایا نہ عدم معاہدہ کا، نہ شرط کی بحث فرمائی نہ عدم شرط کی اور دو مصیبتوں کو سامنے رکھ کر "اہون البلیتین" آسان مصیبت کو اختیار فرمایا۔

انقلاب کے اس دہ سالہ پروگرام کے بعد خدا کی جانب سے ایک نئے پروگرام کا آغاز ہوا جس کا نام اسلامی اصطلاح میں "ہجرت" ہے۔ یہ انقلابی پارٹی کے گھر اور وطن میں رہ کر ہمہ قسم کے مصائب برداشت کرنے کے بعد آزمائش کار کی صداقت کا اگلا قدم ہے جس میں مال ودولت، اہل وعیال اور وطن کو چھوڑ کر خانماں برباد ہونا پڑتا ہے اور مقصد ونظامِ عمل کی کامیابی کے لیے سب کچھ تج دینا ہوتا ہے۔

والذین ھاجروا فی اللہ من بعد ما ظلموا لنبوئنھم فی الدنیا حسنۃ ولاجر الاخرۃ اکبر لو کانوا یعلمون۔ الذین صبروا وعلی ربھم یتوکلون۔ اور جن لوگوں نے اپنے اوپر ظلم ہونے کے بعد اللہ کی راہ میں ہجرت کی ہم اُن کو ضرور دنیا میں اچھا ٹھکانا دینگے اور آخرت کا ثواب بہت بڑا ہے اگر وہ جانیں، یعنی جنہوں نے صبر کیا اور اپنے پروردگار پر بھروسہ کرتے ہیں۔

انقلاب کی راہ بہت کٹھن ہے اور اگر کہیں یہ انقلاب کسی عظیم الشان مقصد اور عظیم المرتبہ نظامِ عمل کے لیے ہو تو پھر اس کی جد وجہد کے لیے اُسی درجہ کی صعوبتوں، قربانیوں، جاں سپاریوں کے پہاڑ سامنے آجایا کرتے ہیں۔ چنانچہ اسلام کی داعی وانقلابی پارٹی کو بھی یہی پیش آیا۔ اور اب ہجرت کے بعد مدینہ

میں انقلابی جماعت کو ایک دشمن "قریش" کی بجائے چار دشمنوں کا مقابلہ کرنا پڑا۔ مشرکین، یہود، نصاریٰ اور منافقین۔

"مکی" زندگی کے مقابلہ میں یہاں حالت مختلف ہے۔ فی الجملہ قوت ہے، اقتدار ہے، اور انقلابی جماعت کو اپنے پاک اور مقدس منصوبوں کو پورا کرنے کے لیے بڑی حد تک بے روک ٹوک آزادی حاصل ہے۔ اس لیے انقلابی دعوت کے خدائی نظام نے اب اپنے پروگرام اور نظامِ عمل میں ایسی توسیع کر دی جو اُس کے شایانِ شان، اور عقل سلیم و فطرت مستقیم کے عین مطابق ہے۔ کیونکہ یہی مقام اُس کے کمال کا گہوارہ بنے، اور کامرانی کی معراج اعلیٰ تک پہنچنے کا مرکز ہے۔ یعنی لازوال مقصد، اور غیر فانی نظامِ عمل پر مضبوط و استوار رہتے ہوئے انقلاب کے آڑے آنے والی جماعتوں کو جو اس انقلابی جماعت کی اصطلاح میں "کافر" یا "غیر مسلم" کہلاتی ہیں حسب ذیل اقسام پر تقسیم کر کے اُن کے لیے جُدا جُدا احکام نافذ کر دیے ہیں۔

محارب۔ ذمی۔ مستامن، مسالم۔

(۱) محارب اُس جماعت کا نام ہے جو اسلام کے لانے والے صادق انقلاب کی راہ میں اعلانِ جنگ کر کے آڑے آجائے، اور ہل من مبارز کا نعرہ بلند کرتے ہوئے انقلابی جماعت کو فنا کر دینے کے درپے ہو جائے، یا خود انقلابی جماعت، اس باغی جماعت کے طور طریق اور رنگ ڈھنگ دیکھ کر یہ اندازہ کر لے کہ اعلانِ جنگ نہ کرنے، اور ظاہر سطح میں امن کی زندگی کی نمائش کرنے کے باوجود انقلابی مقصد کے لیے اُس کا وجود زبردست خطرہ اور مارِ آستین کی طرح انقلابی پروگرام کے لیے خوفناک خدشہ بنا ہوا ہے تو ان دونوں حالتوں میں اُس کے ساتھ نبرد آزما ہونا از بس ضروری ہے اور حسب ذیل انقلابی پروگرام پر عمل کرنا لازم و فرض ہے۔

الذین امنوا وھاجروا وجاھدوا جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی اور اللہ کی

فی سبیل اللہ باموالھم و — راہ میں اپنے مال و جان سے جہاد کیا یہ اللہ کے نزدیک
انفسھم اعظم درجۃ عند — بڑے درجہ والے ہیں اور یہی کامیاب ہیں۔
اللہ واولئک ھم الفائزون۔ (التوبہ)

اذن للذین یقاتلون بانھم — جن لوگوں سے ناحق لڑائی کی جائے اُن کو جہاد کی
ظلموا وان اللہ علی نصرھم — اجازت اس لیے دی جاتی ہے کہ اُن پر ظلم کیا گیا
لقدیر الذین اخرجوا من — اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ اُن کی مدد پر قادر ہے اُن کو جو
دیارھم بغیر حق الا ان یقولوا — اپنے گھر سے ناحق نکالے گئے صرف اس قصور پر کہ وہ
ربنا اللہ (الحج) — کہتے تھے کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے۔

یاایھا النبی جاھد الکفار و — اے نبی کافروں اور منافقوں سے جنگ کر اور اُن
المنفقین واغلظ علیھم۔ — پر سختی دکھلا اور اُن کا ٹھکانا دوزخ ہے اور وہ بُری
ماواھم جھنم وبئس المصیر (التوبہ) — جگہ ہے

فاقتلوا المشرکین حیث وجدتموھم — اور مشرکین کو جہاں ہیں قتل کر ڈالو اور ہر گھات
واقعدوا لھم کل مرصد (توبہ) — میں اُن کے لیے بیٹھو۔

کُتِبَ عَلَیْکُمُ الْقِتَالُ وَھُوَ کُرْہٌ لَّکُمْ — تم پر جنگ کرنا (جہاد) فرض کر دیا گیا ہے اور وہ
وعسیٰ ان تکرھوا شیئاً وھو — تمہیں ناگوار ہے اور ممکن ہے کہ تم ایک چیز کو
خیر لکم وعسیٰ ان تحبوا — ناپسند کرو اور وہ تمہارے حق میں بہتر ہو اور ممکن
شیئاً وھو شر لکم (البقرہ) — ہے کہ تم ایک چیز کو پسند کرو اور وہ تمہارے حق میں بُری ہو

(۲) ذمی: اُس جماعت کو کہتے ہیں جو اسلام کی انقلابی پارٹی سے جنگ کرنے سے عاجز آ کر لڑائی کے بعد یا بغیر لڑے ہوئے اس کے اقتدار اعلیٰ کو تسلیم کرلے اور اپنے آپ کو اس کی حفاظت میں دیدے۔

ایسی جماعت کے لیے اس مقدس انقلابی جماعت کا نظامِ عمل و پروگرام ابھی ایسا منصفانہ و عادلانہ ہے جس کی نظیر غالب و مغلوب کی تاریخ میں نہ صرف عنقا ہے بلکہ صفحۂ ہستی پر معدوم ہے۔

قاتلوا الذین لا یومنون باللہ ولا	اہل کتاب میں سے جن لوگوں کا یہ حال ہے کہ نہ
بالیوم الاٰخر ولا یحرمون ما	خدا پر سچا ایمان رکھتے ہیں نہ آخرت کے دن پر
حرم اللہ ورسولہ ولا یدینون	نہ اُن چیزوں کو حرام سمجھتے ہیں جنہیں اللہ اور اس
دین الحق من الذین اوتوا	کے رسول نے ان کی کتاب میں حرام ٹھہرا دیا ہے
الکتٰب حتی یعطوا الجزیۃ عن	اور نہ سچے دین ہی پر عمل پیرا ہیں۔ تو مسلمانو اُن سے بھی جنگ
ید وھم صاغرون. ﴿۲۹﴾	کرو یہاں تک کہ وہ اپنی خوشی سے جزیہ دینا قبول کرلیں
	اور حالت ایسی ہو جائے کہ اُن کی سرکشی ٹوٹ چکی ہو، اور
قال رسول اللہ صلی اللہ	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اُن ذمیوں کے
علیہ وسلم لھم ما لنا و	لیے وہ سب حقوق ہیں جو ہمارے لیے ہیں اور اُن پر وہ
علیھم ما علینا.	تمام ذمہ داریاں ہیں جو ہم پر ہیں (یعنی معاملات شہری
(رد المحتار جلد ۳ ص ۳۸۲	وملکی میں برابر ہیں)
ولنجران وحاشیتھا ذمۃ اللہ	اور اہل نجران اور اُس کے اطراف وجوانب کے لیے
وذمۃ رسولہ علی دماءھم	اللہ اور اُس کے رسول کا ذمہ ہے۔ اُن کی جان، مال
واموالھم وملتھم وبیعھم و	مذہب، گرجا، پادری، لاٹ پادری، حاضر و غائب
رھبانیتھم واساقفتھم شاھدھم	سب اللہ اور اُس کے رسول کی ذمہ داری میں ہیں اور
وغائبھم وکل ما تحت ایدیھم من	جو کچھ تھوڑا یا بہت اُن کے قبضہ میں ہے وہ سب بھی
قلیل او کثیر (الاموال لابی عبید ۱۸۸)	(نجران کے ذمیوں کے لیے امان نامہ)

وامنعوا المسلمین من ظلمهم و	اور مسلمانوں کو اُن پر ظلم کرنے اور اُن کو نقصان پہنچانے
الاضرار بهم واكل اموالهم	اور ناحق اُن کے مال کو کھانے سے منع کرو اور
الا بحلها ووف لهم بشرطهم	اُن کی وہ تمام شرطیں پوری کرو جو تم نے اُن سے
الذی شرطت لهم فی جمیع	کی ہیں۔
ما اعطیتهم (کتاب الخراج ص۸۲)	(حضرت عمر کا مکتوب حضرت عبیدہ کے نام بوقت فتح شام)
واوصیه بذمة الله وذمة	میں اُن لوگوں کے حق میں وصیت کرتا ہوں جن
رسوله ان یوفی لهم بعهدهم	کو خدا اور اُس کے رسول کا ذمہ دیا گیا ہو (یعنی ذمیوں
وان یقاتل من ورائهم وان	کے لیے) اُن کے عہد کو پورا کیا جائے اور اُن کی حمایت
لا یکلفوا فوق طاقتهم	میں جنگ کی جائے اور اُن کو کسی معاملہ میں اُن کی
بخاری ص۲۸۶	طاقت سے زیادہ تکلیف نہ دی جائے (وصیت حضرت عمرؓ)

ذمّی کے ان مساویانہ حقوق کو سامنے رکھ کر کسی بھی روحانی یا سیاسی انقلابی جماعت کے اُن عطاءِ حقوق کی فہرست مطالعہ کرو گے جو غالب نے مغلوب کو عطا کیے ہوں تو ہماری اُن سطور کے ایک ایک حرف کو صحیح تسلیم کرنا پڑیگا جو ہم نے ابھی ذمی کے حقوق کے سلسلہ میں اسلامی انقلابی جماعت کے متعلق لکھی ہیں۔

ذمی کی طرح تیسری قسم "مستامن" ہے یعنی جو شخص یا جو جماعت مغلوب ہو کر مستقل طور پر اسلام کے اقتدار اعلیٰ کی ذمہ داری میں تو نہیں آئی مگر تاجر، سیاح، سفیر یا اسی طرح کے دوسرے اشخاص ایسے ہیں جو تھوڑے سے عرصہ کے لیے اسلامی اقتدار اعلیٰ کے امن اور ذمہ داری سے فائدہ اُٹھانا چاہتے ہیں، اُن کو اس روحانی انقلاب کی اصطلاح میں "مستامن" کہا جاتا ہے۔

قرآن عزیز نے (جو اسلامی انقلاب کا مکمل نظام عمل ہے) ایفاءِ عہد کا ایک عام حکم دے کر اور مسلم و

لالاقرکا فرق ملحوظ نہ رکھ کر حسب ذیل حکم دیا ہے۔

اوفوا بالعهد ان العهد كان مسئولا (بنی اسرائیل) جو عہد کرو اُس کو پورا کرو اس لیے کہ عہد خدا کے دربار میں مسئول ہے یعنی اُس کی جوابدہی کرنی ہوگی۔

اور روایات حدیثی میں (جو قرآنی نظام کا بائی لازمہ ہے) ہے۔ امیر یا کسی ادنیٰ مسلمان کے امن دیدینے کی حرمت پر انتہائی زور دیا گیا ہو اور ایسے شخص کو بھی امن دیدینے کی مدت تک اللہ اور اُس کے رسول کے ذمہ میں دیا گیا ہے۔ اور اس انقلاب کی نگاہ میں اللہ اور اُس کے رسول کے عہد کو توڑنے والے سے زیادہ کوئی باغی اور غدار نہیں سمجھا گیا، اور اُس کی حرمت کا پاس ولحاظ فرضِ اعلیٰ شمار کیا گیا ہو۔

عن عمرو بن الحمق قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول من أمن رجلا على نفسه فقتله اعطى لواء الغدر يوم القيمة رواه الشرح السنة (مشکوٰۃ ص۳۳۳)

عمرو بن حمق کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، فرماتے تھے "جو شخص اپنی ذمہ داری پر کسی کو امان دیدے اور پھر قتل کردے، قیامت کے دن اُس کے ہاتھ میں غدر کی رسوائی کا جھنڈا ہوگا۔

عن معاوية قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول من كان بينه وبين قوم عهد فلا يحلن عهدا ولا يشده حتى يمضى امده۔الخ ترمذی (مشکوٰۃ) ص۳۳۳

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے جس شخص اور کسی قوم کے درمیان عہد ہو جائے وہ اُس کی مدت سے پہلے ہرگز نہ توڑے اور نہ خلاف ورزی کرے۔

اور مستامن یا معاہد اُس غیر مسلم فرد یا جماعت کا نام ہے جو نہ مسلمانوں کے مقابلہ میں نبرد آزما اور برسرپیکار ہے اور نہ اُس کے اقتدار اعلیٰ کی حمایت میں رہنے کے لیے خود کو اُن کے سپرد کر دیتی ہے بلکہ اپنی

جداحیثیت کو باقی رکھتے ہوئے اسلام کے اقتدار اعلیٰ اور انقلابی جماعت کی حکومت سے معاہدہ کرکے امن و اطمینان کی زندگی بسر کرنا چاہتی ہے۔

اسلام اپنے انقلابی مصالح کے خلاف نہ سمجھتے ہوئے اُن کے اس مطالبہ کو منظور کرلیتا ہے، اور اس طرح دونوں جانب سے امن و اطمینان کی ذمہ داری (گارنٹی) ہوجاتی ہے۔

یہ معاہدہ کبھی آزاد ہوتا ہے اور ایک دوسرے کے ساتھ مساویانہ سلوک پر مبنی قرار پاتا ہے اور کبھی اسلام کی انقلابی جماعت کے بڑھتے ہوئے اقتدار کے سامنے باجگذار بن کر اور "جزیہ" دے کر اس معاہدہ کو انجام دیا جاتا ہے، اور اس طرح ایک معنیٰ میں دوسری قسم ذمی میں مخالف کا شمار ہونے لگتا ہے اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ انقلابی جماعت اپنی جماعتی مصالح اور انقلابی مفاد کی خاطر اس قسم کا معاہدہ کبھی کرلیتی ہے جس کی ظاہر سطح انقلابی جماعت کی مغلوبیت اور کمزوری پر دلالت کرتی ہے لیکن انقلاب کے "اہل حل وعقد" اور رازداروں کی نگاہ میں وہ کسی بڑی کامیابی اور کامرانی کا پیش خیمہ ہوتا ہے۔

قرآن عزیز نے معاہدہ مسالم کے بارہ میں اپنی جماعت کو اس طرح مخاطب کیا ہے۔

الا الذین یصلون الیٰ قوم	مگر وہ لوگ جو اُن لوگوں سے جا ملیں کہ تمہارے اور
بینکم وبینھم میثاق او	اُن کے درمیان عہد ہے یا وہ تمہارے پاس ایسی
جاءوکم حصرت صدورھم	صورت سے آئیں کہ اُن کے دل اس بات سے
ان یقاتلوکم او یقاتلوا قومھم	تنگ ہوں کہ وہ تم سے لڑیں یا اپنی قوم سے لڑیں
ولوشاء اللہ لسلطھم علیکم	اور اگر اللہ چاہتا تو اُن کو تم پر غالب کردیتا پھر وہ
فلقاتلوکم، فان اعتزلوکم	ضرور تم سے لڑتے سو اگر وہ تم سے کنارہ کش رہیں
فلم یقاتلوکم والقوا الیکم السلم	اور تم سے نہ لڑیں اور تمہاری طرف صلح کا پیغام ڈالیں
فما جعل اللہ لکم علیھم سبیلا (سورۂ نساء)	تو اللہ نے تم کو اُن پر مسلط ہونے کی راہ نہیں دی۔

وان جنحوا للسلم فاجنح لھا — اور اگر وہ صلح کی طرف جھکیں تو تو بھی اُس کی طرف
وتوکل علی اللہ انہ ھو السمیع — جھک اور اللہ پر بھروسہ رکھ، بیشک وہی سننے والا
العلیم وان یریدوا ان یخدعوک — جاننے والا ہے اور اگر وہ تجھے دھوکا دینا چاہینگے
فان حسبک اللہ ھو الذی — تو بیشک تیرے لیے اللہ کافی ہے، وہ وہی ہے جس نے
ایدک بنصرہ وبالمومنین (۸) — تجھے اپنی مدد، اور مومنوں سے قوت دی۔

مگر یہ بہت ممکن ہے کہ آج اسلام کی انقلابی طاقت سے مرعوب ہو کر تقاضائے وقت کو پورا کرنے کے لیے غیر مسلم جماعتیں عہدِ صلح کرلیں لیکن مدت سے پہلے ہی نقضِ عہد اور خیانت پر آمادہ ہوجائیں تو ایسی حالت میں انقلابِ روحانی کا آخری پیغام قرآن عزیز کیا رہنمائی کرتا ہے کیا مسلمانوں کو اجازت دیتا ہے کہ مصالحین کے عہد کی پروا کیے بغیر اچانک اُن سے مقابلہ شروع کردیں، اور اُن پر حملہ آور ہوجائیں، یا اُن کو متنبہ کرنا ضروری بتاتا ہے کہ تمہاری حرکات ناقابلِ اعتماد سمجھ کر ہم اس معاہدہ کو ختم کرنے اور "نبذ علی سواء" کے پیشِ نظر تم کو مطلع کیے دیتے ہیں تاکہ عہد شکنی کے جرم کے مجرم نہ قرار پائیں۔

واما تخافن من قوم — اور اگر تم کو کسی قوم کے متعلق خیانت اور نقض عہد
خیانۃ فانبذ الیھم علی — کا خوف ہے تو ایسی صورت میں اُن کے عہد کو اُن کی
سواء ان اللہ لا یحب — جانب پھینک دو یعنی ختم کردو اور اُن کو آگاہ کردو۔ بلاشبہ
الخائنین (۸) — اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

انقلابِ اسلامی کے دورِ اول یعنی عہدِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں جو معاہدات ہوئے اُن میں

معاہدہ حدیبیہ ظاہر سطح میں مغلوبیت کا معاہدہ تھا اور نصاریٰ نجران، بنی ثقیف، اہل ہجر، اہل ایلہ بنی ضمرہ، بنی خزاعہ وغیرہ کے معاہدات دوسری قسم میں داخل ہیں۔

ان تمام معاہدات میں معاہدۂ یہود مدینہ اور معاہدۂ حدیبیہ خاص شان کے معاہدے ہیں اور اسلامی انقلاب کے بہت سے نازک اور پیچیدہ مسائل کے لیے مشعلِ ہدایت کا کام دیتے ہیں۔

اگرچہ یہ معاہدات طویل ہیں لیکن مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اُن کے اہم نکات سے متعلق دفعات وعبارات کو درج کردیا جائے۔

عن البراء بن عازب قال صالح النبی صلی اللہ علیہ وسلم المشرکین یوم الحدیبیۃ علی ثلثۃ اشیاء علی من اتاہ من المشرکین ردہ الیھم ومن اتاھم من المسلمین لم یردوہ وعلی ان یدخلھا من قابل ویقیم بھا ثلثۃ ایام ولا یدخلھا الا بجلبان السلاح والسیف والقوس ونحوہ۔ فجاء ابوجندل یحجل فی قیودہ فردہ الیھم۔ متفق علیہ۔ (مشکوٰۃ ص۳۵۵)

براء بن عازبؓ کہتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین مکہ سے جو معاہدہ کیا اُس کی تین دفعات تھیں۔ (۱) مشرکین میں سے جو آپ کے پاس (مسلمان ہوکر) آئے اُس کو مشرکین ہی کی طرف واپس کرنا ہوگا، اور مسلمانوں میں سے جو ان کے پاس جائیگا وہ اُس کو واپس نہیں کرینگے۔ (۲) اس سال مکہ میں داخلہ کی اجازت نہیں اگلے سال داخل ہونے کی اجازت ہوگی اور صرف تین دن قیام کر سکینگے (۳) مکہ میں آئندہ سال داخلہ اس طرح ہوگا کہ تلوار، کمان وغیرہ ہتھیار نیام اور پرتلوں کے اندر ہونگے۔ معاہدہ کے ختم پر ابوجندل مسلمان ہوکر مشرکین کے ہاتھوں سے بیڑیاں پہنے ہوئے بھاگ کر مسلمانوں میں آگیا۔ حسب معاہدہ اُس کو مشرکین کے حوالہ کردیا۔

اس معاہدہ میں سب سے زیادہ قابل توجہ اُس کی دفعہ (۱) ہے۔ اسلامی انقلاب نے اب مکی زندگی کی جگہ مدنی زندگی تک ترقی کرلی ہے، وہ یثرب میں بڑی حد تک باقتدار آزاد جماعت ہے دشمنوں

کے مقابلہ میں نبرد آزمائی کے متعدد امتحانات دے چکی، اور کامرانی کا تمغہ حاصل کر چکی ہے، خود حدیبیہ میں بیعت رضوان کے ذریعہ اپنی جماعتی طاقت کا مظاہرہ "موت پر بیعت" کے نام سے کیا جا چکا ہے

با اینہمہ داعی انقلاب سید الاولین والآخرین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم معاہدہ میں ایسی دفعہ کو منظور فرماتے ہیں جو اپنے ظاہری رنگ و روپ میں شکست و مرعوبیت کی واحد مثال ہے۔ رضا و رغبت سے اسلامی دعوت انقلاب کو قبول کر لینے والا فرد مشرکین کو واپس کیا جائیگا اور معاہدہ کی مدت کے اندر اُن ہی کے رحم و کرم یا ظلم و ستم کے نیچے رہیگا، اور اگر مسلمان مرتد ہو کر (العیاذ باللہ) مشرکین میں اگر شامل ہو جائیگا تو وہ اُن کا مال غنیمت ہے اور مسلمانوں کو مطالبہ کا کوئی حق نہیں ہے فاروق اعظم بےچین و مضطرب ہوتے، اور داعی اعظم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھتے ہیں کہ کیا ہماری یہ دعوت، حق کی دعوت نہیں اگر ہے تو یہ مرعوبیت کیوں، درگاہِ نبوت سے زیر لب تبسم کے ساتھ جواب ملتا ہے یہ دعوت بلاشبہ دعوتِ حق ہے، اور اے عمر تم نہیں جانتے کہ اس میں کیا مصلحت ہے، ظاہری یہ مرعوبیت، نتیجہ میں فتح و کامرانی کا پیش خیمہ ہے۔ صبر کرو اور نتیجہ کا انتظار۔

آپ کا دعویٰ ہے کہ میں داعی انقلاب ہوں اور خدا کے آخری انقلاب کا ایلچی اور رسول ہوں، مگر دشمن معاند ہیں لفظ رسول اللہ لکھنے پر آمادہ نہیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حکم ہوتا ہے کہ محمد بن عبداللہ لکھدو، حضرت علی مچل جاتے، اور عرض کرتے ہیں کہ علی سے یہ نہیں ہو سکتا کہ اس جملہ کو مٹائے۔ مگر اسلام کا داعی، انقلاب کا مبلغ، ہنستے ہوئے بتقاضائے مصلحتِ دعوت و تبلیغ خود اپنے دست مبارک سے یہ کام انجام دیتا ہے۔ یہ کیوں ہوا اور کس کے ہاتھوں ہوا؟ ٹھیک ہوا اور بلاشبہ ٹھیک ہوا، اُس مقدس ہستی کے سامنے تعلّی، مشیخت، اور نمود و نمائش نہ تھی، نصب العین کی کامرانی پیش نظر تھی، نظامِ عمل کی تکمیل مطمح نظر تھی ہنگامی اور وقتی جوش و خروش اور وادعائے محض کا مظاہرہ مقصود نہ تھا، جماعتی مصالح اور مضبوط و ٹھوس عزائم پر انقلاب

کی تعمیر قائم کرنی تھی۔

آخر وہی ہوا جو داعی حق نے کہا، اور سوچا تھا، اور تھوڑی ہی مدت میں "فتح عظیم" فتح مکہ نے مخالفانہ اقتدار کا خاتمہ کر دیا، اور سرزمین حجاز میں ہمیشہ کے لیے اُس کا جنازہ نکال دیا۔

انّ فی ذٰلک لعبرۃ لاولی الالباب — بلاشبہ اس میں عقل والوں کے لیے بہت کچھ سامان عبرت مہیا ہے۔

اس کے بعد معاہدۂ یہود پر بھی ایک نظر ڈالیے اور اُس کے جستہ جستہ فقروں پر غور فرمائیے

ھذا کتاب من محمد النبی رسول اللہ من المومنین و المسلمین من قریش واھل یثرب ومن تبعھم فلحق بھم وجاھد معھم انھم امۃ واحدۃ دون الناس والمؤمنون بعضھم مولی لبعض دون الناس وانہ من تبعنا من الیھود فان لہ المعروف والاسوۃ غیر مظلومین ولا متناصر علیھم وان سلم المومنین واحد۔	یہ کتاب ہے خدا کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے قریشی مسلمانوں اور اہل یثرب کے درمیان اور جو اُن کے تابع ہیں اور اُن میں آکر شامل ہو گئے ہیں اور اُن کے ساتھ ہو کر جہاد کرتے ہیں۔ یہ سب آپس میں دوسرے لوگوں کے مقابلہ میں ایک قوم جماعت ہیں۔ اور دوسرے لوگوں کے مقابلہ میں مسلمان ایک دوسرے کے معاون و مددگار ہیں اور یہود میں سے جو ہمارے تابع ہو گئے ہیں اُن کے لیے حسن سلوک اور برابری ہے نہ اُن پر ظلم جائز ہے اور نہ اُن کے مقابلہ میں کسی کی مدد کیجا سکتی ہے اور مسلمانوں میں سے ہر ایک مسلمان کا صلح کر لینا برابر حیثیت رکھتا ہے۔

وان الیهود ینفقون مع المومنین	اور بلاشبہ یہود خرچ و صرف مال میں مسلمانوں
ما داموا محاربین، وان یہود	کے ساتھ ساتھ رہینگے جب تک وہ جنگ
بنی عوف موالیهم وانفسهم	میں مصروف رہیں اور یہود بنی عوف اور اُن
امة من المومنین للیهود	کے موالی مسلمانوں ہی کے گروہ میں سے شمار ہونگے
دینهم وللمومنین دینهم الا	باقی یہود اپنے دین کے ذمہ دار ہیں اور مسلمان
من ظلم واثم فانه لا یوتغ	اپنے دین کے ذمہ دار اور جو شخص بھی ظلم کریگا یا
الا نفسه واهل بیته	نافرمانی وہ اپنے نفس اور خاندان پر پاداش ہولے
	لیگا یعنی جماعتی معاہدہ پر اس کا اثر نہیں پڑیگا۔
وان لا یخرج احد منهم الا	اور ان میں سے کوئی بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ
باذن محمد صلی الله علیه و	وسلم کی اجازت کے بغیر یہاں سے نکل بھاگنے
سلم. وان بینهم النصر علی	کا ارادہ نہ کریگا (کہ دشمنوں کا مددگار بن جائے)
من حارب اهل هذه الصحیفة	اور جو بھی اس معاہدہ والوں کے ساتھ جنگ کریگا تمام
وان بینهم النصیحة والنصر	اہل معاہدہ کا فرض ہوگا کہ ایک دوسرے کی مدد کریں
للمظلوم وان المدینة جوفها	اور اہل معاہدہ کو ایک دوسرے کا خیرخواہ رہنا چاہیے
حرم لاهل هذه الصحیفة	اور بلا امتیاز مذہب مظلوم کی مدد کرنی چاہیے اور اس معاہدہ
	کی رو سے اہل معاہدہ پر مدینہ حرام ہے یعنی کوئی غدر نہیں کریگا۔
وان بینهم النصر علی دهم	اور اگر کوئی باہر سے مدینہ پر حملہ کریگا تو ہم پر ایک دوسرے
یثرب. (البدایة والنهایة جلد۳)	کی مدد کرنا اور مدینہ کی حفاظت کرنا فرض ہے۔
حدثنا عبدالرحمن بن مهدی عن	زہری سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ یہود جب

سفیان عن یزید بن جابر عن الزهری قال: کان الیهود یغزون مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیسہم لہم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ میں شریک ہوتے تو آپ مجاہدوں کے ساتھ ان کا حصہ بھی لگایا کرتے تھے۔

"مدینہ میں اسلام کا اقتدار اعلیٰ بڑی حد تک موجود ہے بایں ہمہ طاقت وشوکت کو مضبوط کرنے، اور "مدینہ" کو دشمنوں کے حملوں سے محفوظ رکھنے، اور امن واطمینان کی زندگی قائم کرنے کے لیے یہود مدینہ اور اہل یثرب کے ساتھ معاہدہ کیا جاتا ہے اور دین ومذہب کی الگ الگ ذمہ داری تسلیم کرتے ہوئے باہمی اعانت واشتراک عمل کے لیے مدینہ کے مسلم وغیر مسلم باشندوں کو ایک ہی "جماعت" شمار کیا گیا ہے

اس معاہدہ میں یہ بھی صراحت ہے کہ افراد واحاد کے ظلم وسرکشی یا عہد شکنی کی پاداش افراد واحاد ہی کو ملیگی۔ جماعتی معاہدہ پر اس کا کوئی اثر نہیں پڑیگا۔ پھر اس کے علاوہ غیر مسلموں سے اشتراک وعدم اشتراک عمل کو ایک عام قانون کی شکل دینے کے لیے اس انقلابی پیغام نے ہم کو حسب ذیل فرمان بخشا ہے:۔

لا ینہاکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین ولم یخرجوکم عن دیارکم ان تبروھم وتقسطوا الیہم ان اللہ یحب المقسطین. انما ینہاکم اللہ عن الذین قاتلوکم فی الدین

خدا تم کو ان لوگوں کے بارہ میں "جو تم سے دین میں نہیں لڑے اور تم کو انہوں نے تمہارے گھروں سے بے گھر نہیں کیا" اس بات سے نہیں روکتا کہ تم ان سے نیک سلوک کرو اور ان سے منصفانہ برتاؤ کرو، بلاشبہ خدا انصاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔ خدا تم کو صرف ان لوگوں کے ساتھ دوستی

واخرجوکم من دیارکم وظاھروا	رکھنے سے روکتا ہے جو تم سے تمہارے دین پر لڑے
علی اخراجکم ان تولوھم و	اور تم کو تمہارے گھروں سے نکالا اور تمہارے نکالنے
من یتولھم فاولئك ھم	پر ایک دوسرے کی مدد کی اور جو ان سے دوستی کریگا
الظٰلمون ۔	تو وہی لوگ ظالم ہیں۔

بہرحال اسلام کی دعوتِ انقلاب میں غیر مسلموں کے ساتھ جو طرزِ عمل انقلابِ روحانی کے مکمل دستور "قرآن عزیز" میں بتایا گیا ہے اور داعیِ انقلاب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عملی زندگی سے ثابت ہے اور کتب احادیث، سیرت و تاریخ کے اوراق جس کے شاہد عدل ہیں، ان کا پیش کردہ خاکہ ہم پر یہ واضح کرتا ہے کہ دراصل "اسلام" ایک روحانی اور ربانی دعوتِ انقلاب ہے، جو تمام عالم میں مذہبی، سیاسی، معاشرتی، اقتصادی، اور اخلاقی غرض ہمہ گیر انقلاب کا داعی ہے۔ اس لیے اُس نے اپنے نصب العین (کریڈ) اور نظامِ عمل (پروگرام) کو قبول نہ کرنے والوں (غیر مسلموں) کے ساتھ اپنی دعوت انقلاب کے مصالح و مقتضیات کے مناسب معاملہ رکھا ہے جو عقل و فطرت کی روشنی میں کسی انقلابی جماعت کے لیے لابد اور ضروری ہے۔

وہ کسی وقت بغیر شرط غیر مسلموں کی حمایت کا خواہشمند ہے اور اُس پر عمل پیرا نظر آتا ہے جیسا کہ مکی زندگی کے ابتدا دور کی مثال ظاہر کرتی ہے اور کبھی "عدم تشدد" کے حربہ سے اپنی جنگ کو کامیاب بناتا ہے جو مکی زندگی کے دہ سالہ پروگرام کا حاصل ہے۔ اور کبھی مادی طاقت کا جواب مادی طاقت سے دیتا ہے، اور اُس میں کبھی غیر مسلموں کو "محارب" کا خطاب دیتا ہے اور کبھی ذمی و مستامن بناتا، اور کبھی مسالم و معاہد قرار دیتا ہے، اور معاہدہ میں شرطیں لگاتا اور تعاون و اشتراک میں دونوں جانب برابر کی ذمہ داری ڈالتا ہے۔ کبھی غالب بن کر معاہدہ کرتا ہے اور کبھی بظاہر مغلوب بن کر اور کبھی مساویانہ حیثیت سے سامنے آتا ہے، جیسا کہ مدنی زندگی کے مختلف ادوار اس کی شہادت

پیش کرتے ہیں۔ اور ان تمام حالتوں میں اس کے پیش نظر ایک اور صرف ایک ہی چیز رہتی ہے۔ اور اسی کی خاطر وہ یہ سب کچھ کرتا اور کرتا نظر آتا ہے یعنی انقلابی نصب العین اور اس کے کامل و مکمل نظام عمل کی کامیابی جس کا دوسرا نام "اعلاء کلمۃ اللہ" ہے۔

وہ جانتا ہے کہ دوسروں کے ساتھ کوئی بھی اشتراکِ عمل شرط کے ساتھ ہو یا بغیر شرط کے جنگ ہو یا صلح، غالبانہ رنگ میں ہو یا مغلوبانہ رنگ میں یہ سب مقصد کے وسائل و وسائط ہیں عین مقصد نہیں ہیں۔ اس لیے مقصد کی تکمیل کے لیے انقلابی مصالح و مقتضیات کے مطابق جو صورت بھی مناسب ہو بشرطیکہ اس میں انسانیت، اخلاق، اور عدل و انصاف کے خلاف ادنیٰ سا شائبہ بھی نہ پایا جاتا ہو، اُن کا اختیار کرنا ازبس ضروری ہے۔

وہ جب غالب ہوتا اور برسرِ اقتدار آتا ہے تو دین و دنیا کے ہر شعبہ میں انسان کی انفرادی اور جماعتی زندگی کو بلند کرتا، اور انسانیت کو منتہائے معراج پر پہنچا تا ہے، اور اگر مختلف مصائب میں گرفتار ہو جاتا ہے تو اوّل اُن سے نکلنے اور آزاد ہونے کی سعی بلیغ کرتا، اور خدا کے پیدا کردہ اسباب دنیوی کے اعتبار سے اگر اُن سب سے آزاد ہونے میں کامیاب نہیں ہوتا تو فطرت کے بنائے ہوئے قانون اذا ابتلی ببلیتین فلیختر اھونھما (جب کوئی دو مصیبتوں میں گرفتار ہو جائے تو چھوٹی مصیبت کو اختیار کرلے) کے مطابق ایک مدت کے لیے وہ بڑی مصیبت کو ختم کرنے کے لیے چھوٹی مصیبت اختیار کر لیتا ہے۔ مگر مقصد، اور اُس کی کامیابی کو اُس حالت میں بھی ایک لمحہ کے لیے فراموش نہیں کرتا۔ اور بشارت الٰہی کے اس پیغام فرحت التیام کو ہر وقت پیش نظر رکھتا ہے۔

ولا تھنوا ولا تحزنوا وانتم	اور غمگین نہ ہو اور حزن و ملال نہ کرو اور (نتیجہ میں) تم ہی
الاعلون ان کنتم	سربلند ہو، اگر سچے مسلمان ہو (یعنی انقلاب ربانی کے
مومنین ۔ (آل عمران)	مخلص فدائی ہو۔